



5281CH06

جمہوری نظام کا بحران

ایمرجنسی (ہنگامی حالات) کا پس منظر

1967 سے ہونے والی ہندوستانی سیاست میں تبدیلیوں کے بارے میں ہم پہلے پڑھ چکے ہیں۔ اندرا گاندھی بے پناہ مقبولیت کے ساتھ ایک بلند قامت لیڈر بن چکی تھیں۔ یہی وہ زمانہ تھا جب پارٹیوں کی زور آزمائی تلخ اور منقسم یا غیر متحدہ بن گئی۔ اسی زمانے میں عدلیہ اور انتظامیہ کے درمیان تناؤ پیدا ہوا۔ سپریم کورٹ نے حکومت کی کئی پیش قدمیوں کو دستور کے خلاف سمجھا۔ کانگریس پارٹی نے خیال ظاہر کیا کہ عدلیہ کا یہ کردار جمہوری اصولوں اور پارلیمنٹ کے اقتدار کے منافی ہے۔ کانگریس نے یہ الزام بھی لگایا کہ کورٹ ایک قدامت پرست ادارہ ہے جو غریبوں کے فلاح و بہبود کے پروگرام میں ایک رکاوٹ بن رہا ہے۔ کانگریس مخالف پارٹیوں نے محسوس کیا کہ سیاست بہت کچھ ذاتی بنی جا رہی ہے اور یہ کہ حکومت کا اقتدار ذاتی اقتدار میں تبدیل ہو رہا ہے۔ کانگریس کے بٹوارہ نے اندرا گاندھی اور ان کے مخالفین کے درمیان اختلافات کو زیادہ تیز کر دیا۔

اقتصادی پس منظر

1971 کے انتخابات میں کانگریس نے غریبی ہٹاؤ کا نعرہ دیا تھا۔ لیکن ملک کی اقتصادی اور سماجی حالت میں 1971-72 کے بعد کوئی خاص بہتری نہیں آئی۔ بنگلہ دیش کے بحران نے ہندوستان کی اقتصادی حالت پر بھاری بوجھ ڈالا تھا۔ تقریباً اسی لاکھ لوگ مشرقی پاکستان سے سرحد پار کر کے ہندوستان آ گئے۔ اس کے بعد پاکستان سے جنگ ہوئی۔ جنگ کے بعد یونائیٹڈ اسٹیٹس نے ہندوستان کی تمام امداد بند کر دی۔ اسی درمیان بین الاقوامی مارکیٹ میں تیل کی قیمتیں کئی گنا بڑھ گئیں۔ ان سب نے مل کر ایشیا کی قیمتوں میں اضافہ کر دیا۔ 1973 میں قیمتوں میں 23 فی صد اور 1974 میں 30 فی صد کا اضافہ ہوا۔ مہنگائی کی اتنی اونچی سطح نے عوام کے لیے زندگی مشکل کر دی۔

صنعتی ترقی کافی سست تھی اور بے روزگاری، خاص طور سے دیہی علاقوں میں، بہت زیادہ تھی۔ اخراجات کو گھٹانے کے لیے حکومت نے اپنے ملازمین کی تنخواہوں کو جامد کر دیا۔ اس نے سرکاری ملازمین میں مزید بے اطمینانی پیدا کی۔ 1972 اور 1973 میں بارش کی کمی کے سبب زرعی پیداوار میں بہت تیزی سے کمی آئی۔ اناج کی پیداوار 8 فی صد کم ہو گئی۔ پورے ملک میں اقتصادی صورت حال کی وجہ سے ایک عام بے اطمینانی کا ماحول پیدا ہو گیا تھا۔ اس پس منظر میں غیر کانگریسی اپوزیشن پارٹیوں نے کامیاب اور



تعلیم کے بارے میں

وزیر اعظم کہتے ہیں
مشکل دن آرہے ہیں

زیادہ سے زیادہ ہم یہ امید کر سکتے ہیں
کہ 1973 کو 'جلد سے جلد ہٹاؤ'
کر دیا جائے گا۔

موثر عوامی مظاہرے اور احتجاج منظم کیے۔ طلبا کی بے چینی کی مثالیں جو 1960 سے لگاتار جاری تھیں اس زمانے میں زیادہ نمایاں ہو گئیں۔ مارکسٹ گروپوں نے بھی، جو پارلیمنٹری جمہوریت پر یقین نہیں رکھتے تھے، اپنی سرگرمیاں تیز کر دیں۔ ان گروپوں نے موجود سیاسی سسٹم اور سرمایہ داری کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے لیے ہتھیار اٹھالیے۔ یہ مارکسٹ۔ لیننٹ (موجودہ ماؤسٹ) یا کسلاٹ گروپ کے نام سے جانے جاتے تھے۔ مغربی بنگال میں یہ خاص طور سے مضبوط تھے۔ ان کو دبانے کے لیے مغربی بنگال نے بڑے سخت اقدامات کیے۔



غریب لوگوں کو واقعی مشکلات
درپیش ہو رہی ہوں گی آخر غریبی
ہٹاؤ کے وعدہ کا کیا ہوا؟

گجرات اور بہار کی تحریکیں

گجرات اور بہار دونوں ہی ریاستیں کانگریس کے زیر حکومت تھیں۔ طلبا کے احتجاج سے ان دونوں ریاستوں اور ملکی سیاست پر دور رس اثرات مرتب ہوئے۔ جنوری 1974 میں گجرات کے طلبا نے اناج، کھانے کے تیل اور دوسری بنیادی اشیا کی بڑھتی ہوئی قیمتوں اور بڑے دفتروں میں رشوت خوری کے خلاف احتجاج شروع کیا۔ طلبا کے احتجاج میں بڑی اپوزیشن پارٹیاں بھی شامل ہو گئیں اور احتجاج بہت پھیل گیا جس کی وجہ سے ریاست میں صدارتی راج نافذ کرنا پڑا۔ اپوزیشن پارٹیوں نے اسمبلی کے لیے نئے الیکشن کا مطالبہ کیا۔ مرارجی ڈیسانی نے جو کانگریس (او) کے ایک ممتاز لیڈر تھے اور متحدہ کانگریس میں اندرا گاندھی کے خاص حریف تھے، اعلان کیا کہ اگر نئے الیکشن نہ کرائے گئے تو وہ غیر معینہ مدت کے لیے ہڑتال پر چلے جائیں گے۔ طلبا کے شدید دباؤ کی وجہ سے، جس کو اپوزیشن پارٹیوں کی حمایت حاصل تھی، جون 1975 میں گجرات اسمبلی کے لیے الیکشن کرائے گئے۔ ان انتخابات میں کانگریس کو شکست ہوئی۔

مارچ 1974 میں بہار میں طلبا نے یکجا ہو کر مہنگائی، غذا کی قلت، بے روزگاری اور رشوت خوری کے خلاف احتجاج کیا۔ ایک مرحلہ پر طلبا نے جے پرکاش نارائن (JP) کو اپنی تحریک کی قیادت کے لیے مدعو کیا حالانکہ جے پرکاش عملی سیاست چھوڑ چکے تھے اور سماجی کاموں میں مصروف تھے۔ جے پرکاش نے ان شرائط کے ساتھ یہ دعوت قبول کر لی کہ تحریک میں تشدد کو کوئی دخل نہیں ہوگا دوسرے یہ کہ تحریک صرف بہار تک ہی محدود نہیں رہے گی۔ اس طرح طلبا

کی تحریک کو ایک سیاسی رنگ حاصل ہو گیا اور ساتھ ہی میں پورے ملک کی دل چسپی بھی۔ ہر طبقے اور پیشے کے لوگ اس تحریک میں شامل ہو گئے۔ جے پرکاش نے مطالبہ کیا کہ بہار میں کانگریس حکومت کو برخاست کیا جائے۔ اس کے علاوہ انھوں نے سماجی، اقتصادی اور سیاسی میدان میں ان کے اپنے خیال کی حقیقی جمہوریت کے قیام کے لیے ایک مکمل انقلاب کا اعلان کیا۔ بہار حکومت کے خلاف مظاہرے، احتجاج، گھیراؤ اور ہڑتالیں منظم کی گئیں۔ حکومت نے استعفیٰ دینے سے انکار کر دیا۔

اندر انڈیا ہے، انڈیا اندرا ہے

1974 میں کانگریس پارٹی کے
صدر ڈی۔ کے۔ بروڈا کا دیا ہوا
ایک نعرہ

سمپورن کرانتی اب نعرہ
ہے بھاوی اتھاس ہمارا ہے
(یعنی مکمل انقلاب کے
نعرہ کے ساتھ ہم مستقبل
کے مالک ہیں)

1974 کی بہار تحریک
کا ایک نعرہ

اس تحریک نے قومی سیاست کو متاثر کرنا شروع کر دیا۔ بے پرکاش نارائن چاہتے تھے کہ بہار کی تحریک ملک کے دوسرے حصوں میں بھی پھیل جائے۔ بے پرکاش نارائن کی تحریک کے ساتھ ساتھ ریلوے ملازمین نے بھی ایک ملک گیر ہڑتال کرنے کا اعلان کیا۔ اس سے ملکی کے کام کاج کے ٹھپ پڑ جانے کا خطرہ تھا۔ 1575 میں بے۔ پی نے مارچ 1967 تک عوام کے ایک جلوس کی قیادت کی۔ یہ راجدھانی میں ہونے والی اب تک کے سب سے بڑے سیاسی جلوسوں میں سے تھا۔

نکلسلی تحریک

1967 میں مغربی بنگال کی دارجلنگ پہاڑیوں کے ضلع نکلسل ہاڑی پولیس اسٹیشن علاقہ میں کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا



منموہن شیٹی
پیشکش: گووند نہلانی
ڈائریکٹر ٹوٹو گرافر اور پروڈیوسر: گووند نہلانی

ہزار چوراسی کی ماں

(مارکسسٹ) کے مقامی کارکنوں کی زیر قیادت کسانوں کی ایک بغاوت شروع ہوئی۔ کسانوں کی تحریک نکلسل ہاڑی پولیس اسٹیشن سے شروع ہو کر ہندوستان کی دیگر ریاستوں میں بھی پھیل گئی اور عام طور سے اس کو نکلسلائٹ کہا جانے لگا۔ 1969 میں انھوں نے کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا (مارکسسٹ) سے علاحدگی اختیار کر لی اور چارو محمدار کی لیڈرشپ میں کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا (مارکسسٹ - لیننٹسٹ) کے نام سے ایک نئی

پارٹی بنائی۔ ان کی دلیل تھی کہ ہندوستان میں جمہوریت محض ایک دکھاوا ہے لہذا انھوں نے انقلاب لانے کے لیے ایک طویل گوریلا طرز کی جنگ لڑنے کی حکمت عملی کا فیصلہ کیا۔ نکلسلی تحریک نے دولت مند زمین داروں سے زمین چھیننے اور اس کے بعد اس سے بے زمین اور غریب کسانوں کو بانٹنے میں

طاقت کا استعمال کیا۔ اس کے حمایتیوں نے اپنے سیاسی مقاصد حاصل کرنے کے لیے نکلسلائٹ تحریک کو دبانے کے لیے اور بھی کئی سخت اقدامات کیے لیکن یہ تحریک ختم نہیں ہوئی اور آنے والے سالوں میں یہ ملک کے دوسرے علاقوں میں بھی پھیل گئی۔ لیکن اب نکلسلائٹ تحریک کئی پارٹیوں اور تنظیموں میں بٹ چکی تھی۔ ان میں سے کچھ جیسے CPI-ML (Liberation) جمہوری سیاست میں کھلے عام حصہ لیتی تھیں۔

موجودہ دور میں نوریاستوں کے تقریباً 75 ضلعے نکلسلی تشدد کا شکار ہیں۔ ان علاقوں میں بٹائی کاشت کاروں پر کام کرنے والوں اور زمین پر



چارو محمدار

(1918-1972): کمیونسٹ

انقلابی اور نکلسل ہاڑی بغاوت کے لیڈر۔

آزادی سے پہلے تبھا گا تحریک میں حصہ لیا۔

CPI چھوڑ کر کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا (مارکسسٹ - لیننٹسٹ) کی بنیاد رکھی۔ کسانوں کے انقلاب کے لیے ماؤنسٹ طریقہ کار پر یقین رکھتے تھے اور انقلاب کے راستے میں تشدد کو جائز سمجھتے تھے۔ پولیس کی حراست میں ختم ہو گئے۔

چھوٹے کسانوں کو ان کے بنیادی حق سے محروم رکھا جاتا ہے جس میں ان کا پیداوار کا حصہ اور مزدوری وغیرہ شامل ہیں۔ ان علاقوں میں جبری مزدوری، باہری لوگوں کا وسائل پر ناجائز قبضہ اور سہا ہو کاروں کی جانب سے ناجائز استحصال اب بھی عام ہے۔ اس قسم کے حالات نکلسلی تحریک کو آگے بڑھنے میں مدد فراہم کرتے ہیں۔



بھکرپتہ آر کے۔ نکلسن ناٹو آف انڈیا 116 اپریل 1974

حکومت نے نکلسلائٹ تحریک سے نمٹنے کے لیے سخت قدم اٹھائے ہیں۔ اس معاملہ میں حکومت کے اقدام کو انسانی حقوق کے کارکنوں کی نکتہ چینی کا شکار بھی ہونا پڑا کہ حکومت نے نکلسلائٹ معاملے میں دستور کے اصولوں کی خلاف ورزی کی ہے۔ نکلسلائٹ لوگوں کے تشدد، پھر اس کے جواب میں حکومت کے نکلسلی مخالف تشدد میں ہزاروں لوگ اپنی جانیں گنوا چکے ہیں۔

اب غیر کانگریسی پوزیشن پارٹیوں جیسے بھارتیہ جن سنگھ، کانگریس (او) اور بھارتیہ لوک دل نے بھی بے پرکاش کی حمایت شروع کر دی۔ ان پارٹیوں نے بے پرکاش کو اندرا گاندھی کے متبادل کی حیثیت سے پیش کرنا شروع کیا۔ بہر حال ان کے سیاسی نظریات اور عوامی مظاہروں کی سیاست جس کی رہنمائی وہ کر رہے تھے تنقیدوں

کے گھیرے میں آئی۔ گجرات اور بہار کے احتجاج کو بجائے حکومت مخالف ہونے کے کانگریس مخالف سمجھا گیا، حقیقت میں اندرا گاندھی کی لیڈرشپ کے خلاف۔ اندرا گاندھی کو یقین تھا کہ ان تحریکوں کے پیچھے ان کی ذاتی مخالفت کارفرما تھی۔



لوک نائیک جے پرکاش نارائن
(1902-1979):

جوانی میں ایک مارکسٹ تھے؛ کانگریس سوشلسٹ پارٹی اور سوشلسٹ پارٹی کے بانی جنرل سکریٹری۔ 1942 کی ہندوستان

چھوڑو تحریک کے ہیرو۔ نہرو کا بینہ میں شرکت سے انکار۔ 1955 کے بعد عملی سیاست سے کنارہ کشی؛ ایک گاندھیائی بن گئے اور بھودان تحریک میں حصہ لیا۔ اور ناگا باغیوں سے گفتگو میں بھی شامل ہوئے۔ کشمیر کے امن مذاکرات میں حصہ لیا اور جمیل وادی کے ڈاکوؤں کے ہتھیار ڈالنے کو یقینی بنایا۔ بہار تحریک کے لیڈر۔ ایمر جنسی کی مخالفت کی علامت۔ جتنا پارٹی کے قیام میں اصل محرک قوت۔

عدلیہ سے تصادم

اسی زمانے میں حکومت، حکمران پارٹی اور عدلیہ کے درمیان اختلافات پیدا ہوئے۔ کیا آپ کو عدلیہ اور پارلیمنٹ کے درمیان طویل تنازعہ پر بحث یاد ہے؟ آپ نے پچھلے سال اس بارے میں پڑھا ہے۔ تین آئینی مسائل سامنے آئے۔ کیا پارلیمنٹ بنیادی حقوق کو گھٹا سکتی ہے؟ سپریم

1974 کی ریلوے ہڑتال

اگر ریلیں چلنا بند ہو جائیں تو کیا ہوگا؟ ایک یاد دہن کے لیے نہیں بلکہ پورے ہفتے سے زیادہ کے لیے؟ بلاشبہ اکثر لوگوں کو تکلیف ہوگی لیکن اس سے بھی بڑی بات یہ کہ ملک کی اقتصادی ترقی رک جائے گی کیوں کہ ٹرین ہی کے ذریعے سے مال ادھر سے ادھر جاتا ہے۔

کیا آپ کو معلوم ہے کہ بالکل ایسا ہی 1974 میں ہوا ہے؟ جارج فرنانڈیز کی قیادت میں دی نیشنل کوآرڈینیٹیشن کمیٹی فار ریلوے مینس اسٹریگل (The National Coordination Committee Railwaymen's Struggle) نے بونس اور ملازمت کی شرائط کے بارے میں اپنے مطالبات کو منوانے کے لیے ریلوے ملازمین کی ایک ملک گیر ہڑتال کا اعلان کیا۔ ہندوستان کے پبلک سیکٹر کے سب سے بڑے ڈپارٹمنٹ کے ملازمین 1974 میں اسٹرائک پر چلے گئے۔ ریلوے ملازمین کی ہڑتال نے مزدوروں کی بے چینی اور بڑھادی۔ ریلوے ہڑتال نے مزدوروں کے حقوق کے سوال بھی اٹھائے اور یہ بھی کہ کیا لازمی خدمات کے ملازمین اسٹرائک جیسے طریقے کا استعمال کر سکتے ہیں؟

حکومت نے اسٹرائک کو غیر قانونی قرار دیا۔ ریلوے ملازمین کے مطالبات کو ماننے سے انکار کر دیا اور ان کے اکثر لیڈروں کو گرفتار کر لیا اور ریلوے لائن کی حفاظت کے لیے فوج بلائی۔ الغرض بیس دن کے بعد بغیر کسی تصفیے کے اسٹرائک ختم ہو گئی۔

کورٹ نے کہا نہیں گھٹا سکتی۔ دوسرے یہ کہ کیا پارلیمنٹ جانے کے حق کو ایک ترمیم کے ذریعے کم کر سکتی ہے؟ دوبارہ سپریم کورٹ نے پھر کہا کہ پارلیمنٹ دستور میں کوئی ایسی ترمیم نہیں کر سکتی جس سے بنیادی حقوق پر ضرب پڑتی ہو۔ تیسرے یہ کہ پارلیمنٹ نے دستور میں اس دلیل کے ساتھ ترمیم کی کہ بنیادی حقوق کو مختصر کر کے ہی دستور کے رہنما اصول موثر ہو سکتے ہیں۔ لیکن سپریم کورٹ نے اس دلیل کو بھی خارج کر دیا۔ اس نے حکومت اور عدلیہ کے تعلقات میں بحران پیدا کر دیا۔ آپ کو شاید یاد ہو کہ یہ بحران کیسوں میں اُبھارتی مقدمہ میں اپنے عروج کو پہنچ گیا۔ اس مقدمے میں سپریم کورٹ نے فیصلہ دیا کہ ہندوستانی دستور کی کچھ بنیادی خصوصیات ہیں اور پارلیمنٹ ان میں ترمیم نہیں کر سکتی۔

دو اور واقعات نے انتظامیہ اور عدلیہ کے درمیان تناؤ کو مزید بڑھا دیا۔ 1973 میں کیسوں میں کھڑا بھارتی مقدمے میں فیصلہ کے فوراً بعد چیف جسٹس آف انڈیا کی جگہ خالی ہوئی۔ روایات یہ رہتی تھی کہ سپریم کورٹ کے سب سے زیادہ سیزج کو چیف جسٹس بنایا جاتا تھا لیکن 1973 میں حکومت نے تین ججوں کی سیناریو نظر انداز کرتے ہوئے جسٹس اے۔ این۔ رے کو ہندوستان کا چیف جسٹس مقرر کر دیا۔ یہ تقرر سیاسی نزاع کا باعث بھی بن گیا کیوں کہ جن تین ججوں کو نظر انداز کیا گیا تھا انہوں نے ہی حکومت کے خلاف فیصلے دیئے تھے۔ اس طرح سے دستور کی ترجمانی اور سیاسی نظریات تیزی کے ساتھ آپس میں الجھ رہے تھے۔ وزیر اعظم کے قریبی حلقے ایک ایسی عدلیہ اور نوکر شاہی کی ضرورت کے بارے میں گفتگو کرنے لگے جو انتظامیہ اور مقتدیہ کی نظر میں وفادار ہو۔ اس اختلاف اور نزاع کا نقطہ عروج ہائی کورٹ کا یہ فیصلہ تھا کہ اندرا گاندھی کا الیکشن کا عدم قرار دے دیا گیا۔

ایمر جنسی کا اعلان

12 جون 1975 کو الہ آباد ہائی کورٹ کے جسٹس جگ موہن لال سنہا نے اپنے ایک فیصلہ میں لوک سبھا کے لیے اندرا گاندھی کے الیکشن کو کالعدم یا ناجائز قرار دیا۔ یہ فیصلہ اس اپیل کے جواب میں تھا جو 1971 میں اندرا گاندھی کے سرکاری ملازمین کی خدمات کو اپنی الیکشن مہم میں استعمال کرنا تھا۔ الہ آباد ہائی کورٹ کے اس فیصلہ کا مطلب تھا کہ اگرچہ مہینے کے اندر اندر دوبارہ پارلیمنٹ کی ممبر منتخب نہیں ہوتیں تو وہ پارلیمنٹ کی ممبر نہیں رہ سکیں گی اور نتیجتاً وزیر اعظم بھی نہ رہ سکیں گی۔ 24 جون کو سپریم کورٹ نے ہائی کورٹ کے فیصلہ پر حکم اتناعی جاری کرتے ہوئے اندرا گاندھی کو یہ راحت دی کہ جب تک ان کی اپیل پر فیصلہ نہیں ہو جاتا وہ پارلیمنٹ کی ممبر بنی رہیں گی لیکن لوک سبھا کی سرگرمیوں میں حصہ نہ لے سکیں گی۔

سیاسی بحران

اب ایک بڑے سیاسی مقابلے کے لیے اسٹیج تیار ہو چکا تھا۔ اپوزیشن پارٹیوں نے بے پرکاش نارائن کی قیادت میں اندرا گاندھی کے استعفیٰ کے لیے دباؤ ڈالا اور 25 جون 1975 کو دہلی کے رام لیلا گراؤنڈ میں ایک زبردست مظاہرہ کیا۔



کیا 'وفادار عدلیہ' اور 'وفادار نوکر شاہی' کا مفہوم یہ ہے کہ جج اور سرکاری افسر کو حکمراں جماعت کے تئیں پابند ہونا چاہیے؟

یہ تو فوج سے حکومت کے خلاف بغاوت کرنے کو کہنے جیسا ہے کیا یہ جمہوریہ کے حق میں ہے؟



اتنی زبردست حمایت پر آپ تو گری چھوڑنے کا خیال بھی ذہن میں نہ لائیں



یہ کارٹون ایمر جنسی کے اعلان سے کچھ دن پہلے ہی سامنے آیا تھا جس میں آنے والے سیاسی بحران کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔ کرسی کے پیچھے کھڑا ہوا آدمی کانگریس کا صدر ڈی۔ کے بروہا ہے

جے پرکاش نے اندرا گاندھی کے استعفیٰ کے لیے ملک گیر سٹیگرہ کا اعلان کیا اور فوج، پولیس اور سرکاری ملازمین سے، غیر قانونی اور غیر اخلاقی احکام نہ ماننے کے لیے کہا۔ اس سے بھی حکومت کے کام کو تعطل کا خطرہ تھا۔ ملک کی سیاسی فضا اس سے پہلے کانگریس کے اتنی خلاف نہیں ہوئی تھی۔



حکومت کا جواب ایمر جنسی کا اعلان تھا۔ 25 جون 1975 کو حکومت نے اعلان کیا کہ اندرونی خلفشار اور بد نظمی کے باعث وہ دستور کی دفعہ 352 کے تحت ایمر جنسی کا نفاذ کرتی ہے۔ اس دفعہ کی رو سے حکومت کے لیے کسی بیرونی خطرہ یا اندرونی حالات کے درہم برہم ہو جانے پر ایمر جنسی کا لاگو کرنا لازمی ہے۔ تکنیکی اعتبار سے یہ حکومت کے دائرہ اختیار میں تھا اس لیے کہ ہمارے دستور کے مطابق ایمر جنسی کے اعلان کے بعد حکومت کو کچھ مخصوص اختیارات دیئے گئے ہیں۔

ایمر جنسی کے اعلان کے بعد اختیارات کی وفاقی نوعیت ختم ہو جاتی ہے۔ اور ساری طاقت مرکزی حکومت کے ہاتھوں میں آ جاتی ہے۔ دوسرے حکومت کو یہ اختیار بھی حاصل ہوتا ہے کہ ایمر جنسی کے دوران وہ بنیادی حقوق کو معطل یا مختصر کر دے۔ دستور کے الفاظ سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ایمر جنسی ایک بہت ہی غیر معمولی طریقہ ہے جو صرف اسی صورت میں عمل میں لایا جاسکتا ہے جب روزمرہ کی جمہوری سیاست بالکل ہی ناقابل عمل ہو جائے۔ لہذا حکومت کو مخصوص اختیارات دیئے گئے ہیں۔

کیا صدر کو کابینہ کی سفارش کے بغیر ایمر جنسی کا اعلان کر دینا چاہیے تھا؟

नया आपात्काल : जयप्रकाश और कई नेता गिरफ्तार

नई दिल्ली २६ जून (यूएनबी)। भारत के इतिहास में पहली बार अन्दरूनी गड़बड़ों को दबाने के लिए आपात्काल की घोषणा राष्ट्रपति फकरुद्दीन अली अहमद ने आज सुबह सात बजे की। जयप्रकाश नारायण को दिल्ली में गांधी शांति प्रतिष्ठान से गिरफ्तार करके देश के सभी प्रमुख नेताओं को सारे भारत में छापे मार कर गिरफ्तार करके देश में सौहार्द भी गिरफ्तार है।

प्रधान मंत्री श्रीमती गांधी ने एक टेलिविडियो भाषण में इस प्रजातन्त्र के नाम पर प्रजातन्त्र को नष्ट करने की कोशिश को बर्खास्त करने का आश्वासन दिया, वेना आपात्काल की घोषणा के बाद भी सहायता देने के लिए कायम है। आज सबरे केबिनेट की बैठक में तय किया कि कानून

क्या नहीं हुआ

(१) भारत का संविधान अब भी लागू है और वह समाप्त नहीं हुआ है। आपात्काल की घोषणा संविधान की धारा ३५२ के अंतर्गत की गई है। भासन ने जो कदम उठाए हैं, उन्हें उठाने के अधिकार उसे १९७१ से रहे हैं।

(२) राष्ट्रपति शासन लागू नहीं हुआ है। भारत के संविधान में राष्ट्रपति शासन लागू होने की कोई व्यवस्था नहीं है। मंत्रिपरिषद राष्ट्रपति को सलाह दे सकती है।

Emergency ensures YOUR Security—and the NATION'S

WORK MORE TALK LESS

प्रधान मंत्री का क्रान्तिकारी कार्यक्रम आइए, इसे सफल बनाएं

To our readers

The city edition of Friday and Saturday of Friday and Saturday of the Hindustan Times could not be brought out as no power was available from 12-45 pm on Thursday till 7-15 pm on Friday. The inconvenience is deeply regretted.

THE HINDUSTAN TIMES

New Delhi Monday March 21 1977

MRS GANDHI DEFEATED

Janta Party forges ahead in North

Bansi Lal, Sanjay out



Cong rout in Delhi total

Nightmare over, says Vaipayee

The night the didn't sleep

We've always practised Compulsory Sterilisation

Annual

Hindustan Times Correspondent
NEW DELHI, March 20 —

Party position at 2.30 a.m.

Borooah calls on Mrs Gandhi

Capital's Leading

25 جون 1975 کی رات وزیراعظم نے ایمرجنسی کے نفاذ کے لیے صدر فخر الدین علی احمد سے سفارش کی۔ انھوں نے فوراً ہی حکم نامہ جاری کر دیا۔ آدھی رات کے بعد تمام بڑے اخباروں کے دفاتروں کی بجلی کاٹ دی گئی۔ دوسری صبح سویرے اپوزیشن کے لیڈروں اور کارکنوں کی ایک کثیر تعداد کو گرفتار کر لیا گیا۔ یہ سب کچھ ہونے کے بعد 26 جون کو صبح 6 بجے ایک خصوصی میٹنگ میں کابینہ کو مطلع کر دیا گیا۔

نتائج

اس سے مظاہرے اور احتجاج یک لخت ختم ہو گئے، ہڑتالیں ممنوع قرار دی گئیں۔ بہت سے اپوزیشن لیڈر جیل بھیج دیئے گئے اور سیاسی صورت حال اگرچہ تناؤ سے بھری تھی لیکن خاموش تھی۔ ایمرجنسی کے خصوصی اختیارات کو استعمال کرتے ہوئے حکومت نے اخبارات و رسائل کی آزادی کو معطل کر دیا۔ اخباروں کے لیے لازمی ہو گیا کہ شائع ہونے والے مواد کے لیے وہ پہلے سے اجازت حاصل کریں۔ یہ پریس سنسرشپ، کے نام سے جانا جاتا ہے۔ فرقہ وارانہ اور سماجی کشیدگی کے اندیشہ کی وجہ سے حکومت نے جماعت اسلامی اور راشٹریہ سونم سیوک سنگھ RSS کو غیر قانونی قرار دے دیا۔ احتجاج، ہڑتالوں اور عوامی مظاہروں کو ممنوع کر دیا اور سب سے اہم بات یہ تھی کہ ایمرجنسی کے تحت شہریوں کے مختلف بنیادی حقوق بھی معطل ہو گئے تھے جس میں کہ شہریوں کا ہائی کورٹ کے ذریعے اپنے بنیادی حقوق کی بحالی کا حق بھی شامل تھا۔ حکومت نے احتیاطی گرفتاریوں کا وسیع پیمانے پر استعمال کیا۔ اس دفعہ کے تحت لوگوں کو اس لیے گرفتار نہیں کیا جاتا کہ انھوں نے کوئی جرم کیا ہے بلکہ اس اندیشے کے تحت گرفتار کیا جاتا ہے کہ وہ جرم کر سکتے ہیں۔ احتیاطی گرفتاری ایکٹ کو استعمال کرتے ہوئے حکومت نے ایمرجنسی کے دوران بڑے پیمانے پر گرفتاریاں کیں۔ گرفتار شدہ سیاسی کارکن اپنی حراست کو جس بے جا (Habeas Corpus) کے ذریعے چیلنج نہیں کر سکتے تھے۔ ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ میں کئی درخواستیں گرفتار شدگان کی طرف سے داخل کی گئیں لیکن حکومت نے دعویٰ کیا کہ یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ گرفتار شدہ شخص کو یہ بتایا جائے کہ وہ کیوں اور کن بنیادوں پر گرفتار کیا جا رہا ہے۔ کئی ہائی کورٹوں نے یہ فیصلہ دیا کہ ایمرجنسی کے نفاذ کے باوجود عدالتیں جس بے جا کی درخواستوں پر فیصلہ کر سکتی ہیں۔ اپریل 1976 میں سپریم کورٹ نے ہائی کورٹوں کے اس فیصلے کو خارج کرتے ہوئے حکومت کے نقطہ نظر کو تسلیم کر لیا۔ اس کا مطلب تھا کہ ایمرجنسی کے دوران حکومت ایک شہری کے حق زندگی اور آزادی کو ختم کر سکتی ہے۔ اس فیصلہ نے شہریوں کے لیے عدالت کے دروازے بند کر دیئے اور یہ فیصلہ سپریم کورٹ کا سب سے متنازعہ فیصلہ کہا جاتا ہے۔

ایمرجنسی کے خلاف کئی کام کیے گئے۔ کئی وہ سیاسی لیڈر جو پہلی لہر میں گرفتار نہیں کیے جاسکے تھے روپوش ہو گئے اور حکومت کے خلاف مظاہرے منظم کرتے رہے۔ انڈین ایکسپریس اور اسٹیٹسمن، جیسے اخباروں نے احتجاج کے طور پر سنسر کی ہوئی خبروں کے بجائے خالی جگہیں چھوڑنی شروع کر دیں۔ سیمینار، اور مین اسٹریٹ جیسے رسالوں نے

تو اب سپریم کورٹ نے بھی ہتھیار ڈال دیے! آخر اس وقت لوگوں کو کیا ہو رہا تھا؟



سنسز شپ کے سامنے ہتھیار ڈالنے سے بند ہو جانا بہتر سمجھا۔ ایمر جنسی کی مخالفت میں لکھنے کی وجہ سے کئی صحافیوں کو گرفتار کر لیا گیا۔ کئی زمیں دوز پمفلٹ اور اخبار بھی نکالے گئے تاکہ سنسز شپ سے بچا جاسکے۔ کٹرا دیب شواراما کا رنٹھ جنھیں پدم بھوشن کا خطاب اور ہندی ادیب فائیشور ناتھر رینو جو پدم شری سے نوازے جا چکے تھے، دونوں نے جمہوریت کی معطلی کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے اپنے خطاب واپس کر دیے۔ لیکن عام طور سے ایمر جنسی کی مخالفت میں اتنے جرأت مندانہ اقدام کی تعداد بہت کم تھی۔



ان چند لوگوں کی بات نہیں
کرنا چاہیے جنھوں نے
احتجاج کیا۔ باقی لوگوں کے
متعلق کیا خیال ہے؟ بڑے
افسران، دانشور، سماجی اور
مذہبی رہنما، شہری، یہ سب کیا
کر رہے تھے؟

پارلیمنٹ نے دستور میں بھی کئی تبدیلیاں کیں۔ اندرا گاندھی مقدمہ میں الہ آباد ہائی کورٹ کے فیصلہ کے پس منظر میں ایک ترمیم یہ کی گئی کہ وزیر اعظم، صدر اور نائب صدر کے الیکشن کو کورٹ میں چیلنج نہیں کیا جاسکتا۔ دستور میں بیالیسویں ترمیم بھی ایمر جنسی کے زمانے میں ہی منظور کی گئی۔ آپ اس کے بارے میں پہلے پڑھ چکے ہیں کہ یہ دستور میں مختلف مقامات پر کی گئی ترمیموں کا ایک سلسلہ تھا اور انھیں میں سے ایک ترمیم یہ بھی کہ ملک میں قانون ساز اداروں کی مدت پانچ سے بڑھا کر چھ سال کر دی گئی۔ یہ تبدیلی محض ایمر جنسی کے زمانہ کے لیے نہیں تھی بلکہ اس کی نوعیت دائمی تھی۔ اس کے علاوہ ایمر جنسی کے دوران الیکشن ایک سال کے لیے ٹالے جاسکتے ہیں۔ اس کا مطلب تھا کہ 1971 کے بعد الیکشن 1976 کے بجائے 1978 میں ہوں گے۔

ایمر جنسی کے بارے میں اختلافات

ایمر جنسی ہندوستانی سیاست کا سب سے زیادہ متنازعہ واقعہ ہے۔ اس کا ایک سبب یہ ہے کہ ایمر جنسی کے نفاذ کی ضرورت پر

شاہ تحقیقاتی کمیشن

مئی 1977 میں جنتا پارٹی کی حکومت نے ایک تحقیقاتی کمیشن ریٹائرڈ چیف جسٹس آف سپریم کورٹ آف انڈیا جسٹس جے سی۔ شاہ کی سرکردگی میں 25 جون 1975 کو نافذ کی ہوئی ایمر جنسی کے دوران طاقت کے غلط استعمال، زیادتیوں اور بے ایمانیوں کے مختلف پہلوؤں، پر تحقیق کرنے کے لیے قائم کیا۔ کمیشن نے کئی قسم کے ثبوتوں پر غور کیا اور بہت سے لوگوں کو گواہی کے لیے طلب کیا جس میں مسز گاندھی بھی شامل تھیں جو کمیشن کے سامنے حاضر ہوئیں لیکن کسی بھی سوال کا جواب دینے سے انکار کر دیا۔

ہندوستان کی حکومت نے شاہ کمیشن کے انکشافات، مشاہدات اور سفارشات اپنی دو عبوری رپورٹوں میں اور تیسری اور آخری رپورٹ کو منظور کر لیا۔ اور ان رپورٹوں کو پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں میں بحث کے لیے رکھا گیا تھا۔

لوگوں میں اختلاف رائے ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ دستور کی جانب سے دیے گئے اختیارات کے استعمال سے حکومت نے عملی طور پر جمہوریت کو معطل کر دیا۔ اور ایمر جنسی کے بعد شاہ کمیشن کی تحقیقات کے مطابق ایمر جنسی کے درمیان کافی، زیادتیاں، ہوئی تھیں۔ آخر میں یہ کہ ہندوستانی جمہوریت کے عمل کو ایمر جنسی سے کیا سبق حاصل ہوتے ہیں۔ آئیے ان سب پر باری باری نظر ڈالتے ہیں۔



شاہ کمیشن کی رپورٹ جاری ہونے پر کمیشن کے روبرو سامنا ہونے کے موقع پر مسز گاندھی پر یہ کارٹون بنایا گیا تھا۔

کافی تھا۔ حکومت کی دلیل یہ تھی کہ جمہوریت کے اندر مخالف پارٹیاں منتخب حکمران پارٹی کو اس کی پالیسیوں کے مطابق ملک کو چلانے کی اجازت دیں۔ اس کے خیال میں مظاہرے، احتجاج اور احتجاجی عمل کی اتنی تیز رفتاری جمہوریت کے لیے بہتر نہیں ہیں۔ اندرا گاندھی کے لواحقین کا یہ خیال بھی تھا کہ جمہوریت میں ہمیشہ پارلیمنٹ سے باہر کی سیاست کو حکومت کو نشانہ بنانے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ ایک تو اس سے عدم استحکام کی حالت پیدا ہوتی ہے دوسرے یہ انتظامیہ کے روزمرہ کے کاموں میں رکاوٹ ڈالتا ہے جو وہ ملک کی ترقی کو یقینی بنانے کے لیے کرتی ہے۔ اس وجہ سے تمام صلاحیتیں قانون اور امن کے نفاذ میں صرف ہو جاتی ہیں۔ اندرا گاندھی نے شاہ کمیشن کو اپنے ایک خط میں لکھا کہ تخریب پسند قوتیں حکومت کے ترقیاتی پروگرام میں روڑے اٹکا رہی تھیں اور غیر آئینی طریقوں سے ان کو ہٹانے کے ہتھکنڈے استعمال کر رہی تھیں۔

کچھ دوسری پارٹیاں جیسے کہ CPI جس نے ایمر جنسی کے وقت کانگریس کا ساتھ دیا تھا یہ گمان کرتی تھیں کہ ہندوستان کی وحدت کو ختم کرنے کے لیے ایک بین الاقوامی سازش کام کر رہی ہے۔ اس کے خیال میں ان حالات میں احتجاج اور مظاہروں پر پابندیاں عائد کرنا صحیح کام ہے۔ کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا کا یہ بھی خیال تھا کہ جے پرکاش کی تحریک مڈل کلاس لوگوں کی تحریک تھی جو کانگریس کی انقلابی پالیسیوں کے خلاف تھے۔ لیکن ایمر جنسی کے بعد اسے احساس ہوا کہ اس کے اندازے غلط تھے۔ اور ایمر جنسی کی حمایت ان کی ایک بھول تھی۔

جمہوریت کے

نام پر یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ جمہوری عمل کو معطل کر دیا جائے۔ منتخب حکومتوں کو کام کرنے کا موقعہ نہیں دیا جا رہا ہے۔ احتجاجوں نے ماحول کو گرم کر دیا ہے جس سے تشدد پھیلا ہے۔ کچھ لوگ اس حد تک چلے گئے ہیں کہ انہوں نے فوج کو بغاوت اور پولیس کو نافرمانی کے لیے اکسایا ہے۔ تخریب کاری کی قوتیں شدت سے سرگرم عمل ہیں اور فرقہ وارانہ جذبات کو ہوا دی جا رہی ہے جس سے ہماری سالمیت کو خطرہ ہے۔ آخر ایک حکومت کس طرح اپنے نام کی لاج رکھ سکتی ہے اور ملک کے استحکام کو مشکل میں دیکھ سکتی ہے؟ چند لوگوں کی حرکتوں کی وجہ سے وسیع اکثریت کے حقوق کو خطرہ درپیش ہے

اندرا گاندھی

26 جون 1975 کو آل انڈیا ریڈیو سے قوم سے خطاب کرتے ہوئے

دہلی کے ترکمان گیٹ علاقے کا انہدام

ایمرجنسی کے دوران دہلی کی غریب بستیوں میں رہنے والے لوگ کثیر تعداد میں بے گھر ہوئے۔ جھگی جھونپڑیوں والوں کو طاقت کے ذریعہ اس وقت کے بنجر جمن پارک کے علاقے میں بسایا گیا۔ ان ہی متاثرہ علاقوں میں ترکمان گیٹ کی کالونیاں بھی تھیں۔ اس علاقے کی جھگیوں گرا دی گئیں۔ اس علاقے کے سینکڑوں لوگوں کی جبری نس بندی کی گئی۔ اکثر لوگ نس بندی سے اس لیے بچ گئے کہ وہ اس کام کے لیے دوسروں کو پھسلا کر لے آئے۔ نس بندی کی ترغیب کے لیے وہ حکومت کی جانب سے زمین کے ایک ٹکڑے کے مستحق ہو جاتے تھے۔ اس طرح جہاں بہت لوگ حکومت کی طرف سے شروع کیے گئے پروگراموں کا شکار ہوئے وہاں ایسے بھی تھے جنہوں نے دوسروں کو اس کا شکار بنایا تاکہ وہ زمین کا ایک ٹکڑا قانونی طور سے حاصل کر سکیں اور اس طرح ایک طرفہ خانماں بربادی سے بچ سکیں۔

ماخذ: شاہ کمیشن تحقیقاتی رپورٹ۔ عبوری رپورٹ II

دوسری طرف ایمرجنسی کے نکتہ چینوں نے کہا کہ ہندوستان کی جدوجہد آزادی سے اب تک ہندوستانی سیاست کی تاریخ ایک عوامی جدوجہد کی تاریخ ہے۔ بے پرکاش اور ان کے ہمنواؤں کا خیال تھا کہ جمہوریت میں عوام کو حکومت کے خلاف کھلے مظاہروں اور احتجاج کا حق حاصل ہے۔ بہار اور گجرات کی تحریکیں عام طور سے پُر امن اور عدم تشدد کی تھیں۔ جن کو گرفتار کیا گیا ان پر کسی بھی ملک مخالف حرکت کی وجہ سے مقدمہ نہیں چلایا گیا۔ زیادہ تر گرفتار شدگان کے خلاف کوئی مقدمہ رجسٹرڈ نہیں کیا گیا۔ وزارت داخلہ نے بھی جس پر ملک کی اندرونی حالت کا جائزہ لینے کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے، لاقانونیت کے بارے میں کسی اندیشے کا اظہار نہیں کیا تھا۔ اگر کچھ مظاہرے اپنی حدود سے باہر نکل گئے تھے تو حکومت کے پاس ان سے نمٹنے کے لیے پہلے ہی سے کافی قوت موجود تھی۔ لہذا جمہوری عمل کو معطل کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی اور نہ ہی ایمرجنسی جیسے سخت گیر اقدام کی کوئی معقول وجہ تھی۔ خطرہ دراصل ملک کی سالمیت اور یک جہتی کو نہیں بلکہ حکمران پارٹی اور خود وزیر اعظم کو تھا۔ نکتہ چینوں کا کہنا ہے کہ اندرا گاندھی نے دستور کی ایک دفعہ کو جو ملک کے تحفظ کے لیے تھی اپنے اقتدار کی حفاظت کے لیے استعمال کیا۔

ایمرجنسی کے دوران کیا ہوا؟

ایمرجنسی کا اصل نفاذ صحیح صورت حال ایک اور متنازعہ مسئلہ ہے۔ کیا حکومت نے اپنے ایمرجنسی اختیارات کا غلط استعمال کیا؟ کیا زیادتیاں ہوئیں اور اقتدار کا ناجائز استعمال ہوا؟ حکومت کی دلیل تھی کہ ایمرجنسی کے استعمال سے وہ امن اور قانون قائم کرنا چاہتی تھی، کارکردگی بحال کرنا چاہتی تھی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ غریبوں کی فلاح و بہبود کے پروگرام نافذ کرنا چاہتی تھی۔ اس مقصد کے تحت حکومت نے ایک بیس نکاتی پروگرام جاری کیا اور اس کو پورا کرنے کے لیے اپنے مضبوط عزم کا اظہار کیا۔ اس بیس نکاتی پروگرام میں زمینی اصلاحات، زمین کی ازسرنو تقسیم، زرعی اُجرتوں پر نظر ثانی،

اپنے والدین اور خاندان اور پڑوس کے دوسرے بزرگوں سے پوچھیے کہ 1975-77 کے درمیان ان کا تجربہ کیا تھا؟ مندرجہ ذیل نکتوں پر نوٹ لیجیے۔

- ایمرجنسی کے درمیان ان کا ذاتی تجربہ
 - آپ کے محلہ میں ایمرجنسی کی حمایت یا مخالفت کی کوئی رپورٹ
 - 1977 کے الیکشن میں ان کی حصہ داری اور جس کو بھی انھوں نے ووٹ دیا تو کیوں دیا۔
- اپنے نوٹس کو یک جا کیجیے اور میرے گاؤں یا شہر میں ایمرجنسی کے عنوان سے ایک رپورٹ تیار کیجیے۔

انتظامیہ میں کاریگروں یا مزدوروں کی حصہ داری اور جبری مزدوری کا خاتمہ وغیرہ شامل تھے۔ ایمرجنسی کے اعلان کے ابتدائی مہینوں میں عام طور سے مڈل کلاس خوش تھا کیوں کہ احتجاج وغیرہ ختم ہو چکے تھے اور سرکاری ملازمین پر ڈسپلن تھوپ دیا گیا تھا۔ غریب اور دیہی عوام بھی حکومت کے فلاحی پروگراموں کی موثر عمل آوری کی امید کر رہے تھے۔ یوں سماج کے مختلف طبقے ایمرجنسی سے مختلف امیدیں لگائے ہوئے تھے اور اس کے متعلق الگ الگ نظریات بھی رکھتے تھے۔

’نہیں، ابھی نہیں، ابھی تمہارا اپنے پاؤں پر کھڑا ہونا خطرناک ہے،‘



بھگت: آر۔ کے۔ کیشن ہائٹرز آف انڈیا

ایمرجنسی کے ناقدین کا کہنا ہے کہ حکومت نے جن پروگراموں کا وعدہ کیا تھا ان میں سے اکثر پورے نہیں ہوئے اور ان کا مقصد صرف ان زیادتیوں سے توجہ ہٹانا تھا جو کی جا رہی تھیں۔ وہ احتیاطی گرفتاریوں کے اتنے بڑے پیمانے کے

استعمال پر سوال اٹھاتے تھے۔ ہم یہ دیکھ چکے ہیں کہ کئی بڑے لیڈر گرفتار کر لیے گئے تھے۔ گرفتار شدہ اپوزیشن لیڈروں کی مجموعی تعداد 676 تھی۔ شاہ کمیشن کا اندازہ تھا کہ تقریباً ایک لاکھ گیارہ ہزار لوگوں کو احتیاطی گرفتاری کے تحت حراست میں لیا گیا تھا۔ پولیس پر بہت سخت پابندیاں عائد کر دی گئی تھیں جن میں سے کچھ بالکل غیر قانونی تھیں۔ شاہ کمیشن کی رپورٹ میں بیان کیا گیا ہے کہ دہلی پاور سپلائی کارپوریشن کے جنرل منیجر کو دہلی کے لفٹیننٹ گورنر کے زبانی احکام ملے تھے کہ 26 جون 1975 کو رات دو بجے تمام اخبارات کی بجلی کاٹ دی جائے۔ دو یا تین دن بعد بجلی بحال ہوئی جب کہ سنسرشپ کا ڈھانچہ تیار ہو چکا تھا۔

حراست میں راجن کی موت

کیرالہ کے کالی کٹ انجینئرنگ کالج کے آخری سال کے ایک طالب علم پی۔ راجن کو اس کے ایک اور ساتھی جوزف چالی کے ساتھ یکم مارچ 1976 کو صبح ہی صبح ہوٹل سے اٹھایا گیا۔ راجن کے باپ ٹی۔ وی۔ ایچ۔ اے۔ ری۔ نے اپنے بیٹے کا پتہ لگانے کے لیے جان توڑ کوششیں کیں۔ وہ اسمبلی کے ممبروں سے ملے، متعلقہ افسروں کے پاس درخواستیں بھیجیں اور اس وقت کے وزیر داخلہ کے۔ کرونا کرن سے بھی مدد مانگی۔ کیوں کہ ایمر جنسی نافذ ہو چکی تھی لہذا شہریوں کی آزادی کے مقدمات کو عدالت میں نہیں لے جایا جاسکتا تھا۔ ایمر جنسی کے بعد ری۔ نے کیرالہ کے ارنالکلم ہائی کورٹ میں جس بے جا کی عرضداشت داخل کی گواہوں کے بیانات سے معلوم ہوا کہ راجن کو ہوٹل سے ٹورسٹ بنگلہ لے جایا گیا جہاں دوسرے دن پولیس نے اس پر تشدد کیا۔ بعد کی سنوائی میں کیرالہ حکومت نے ہائی کورٹ کو بتایا کہ راجن پولیس کی غیر قانونی حراست میں پولیس کے مسلسل تشدد کی وجہ سے مر گیا۔ کیرالہ ہائی کورٹ کی ڈویژن بیچ نے فیصلہ دیا کہ کرونا کرن نے عدالت سے جھوٹ بولا تھا۔ کرونا کرن اس وقت کیرالہ کے وزیر اعلیٰ ہو چکے تھے لیکن عدالت عالیہ کے کھرے تبصرہ کی بدولت ان کو اپنی کرسی چھوڑنی پڑی۔

ماخذ: شاہ تحقیقاتی کمیشن۔ عبوری رپورٹ II

اس کے علاوہ دوسرے زیادہ سنگین الزامات ان لوگوں کے ضمن میں بھی لگائے گئے جن کی کوئی سرکاری حیثیت نہیں تھی اور وہ حکومت کے کاموں میں دخل اندازی کرنے لگے تھے۔ وزیر اعظم کے چھوٹے بیٹے سنجے گاندھی کے پاس اس وقت کوئی سرکاری عہدہ نہیں تھا۔ اس کے باوجود انتظامیہ پر ان کا قبضہ تھا اور وہ حکومت کے معاملات میں دخل دیتے تھے۔ دہلی میں انہدام اور جبری نس بندی میں ان کا کردار کافی متنازعہ بن گیا تھا۔

سیاسی کارکنوں کی گرفتاری اور پولیس پر پابندی کے علاوہ اور بھی معاملات تھے جہاں ایمر جنسی نے عوام کی زندگی کو براہ راست متاثر کیا۔ ایمر جنسی کے دوران پولیس حراست میں لوگوں کو اذیتیں دی گئیں اور اموات بھی واقع ہوئیں۔

غریب لوگوں کو بلاوجہ ایک جگہ سے ہٹا کر دوسری جگہوں پر بسایا گیا۔ اور آبادی پر قابو پانے کے حد سے زیادہ جوش میں جبری نس بندی کرائی گئی۔ ان مثالوں سے واضح ہو جاتا ہے کہ اگر نارمل جمہوری عمل معطل کر دیا جائے تو کیا کیا ہو سکتا ہے۔

ایمرجنسی کے سبق

ایمرجنسی سے فوراً ہندوستانی جمہوریت کی کمزوریاں اور قوتیں ظاہر ہو گئیں۔ اگرچہ کئی مبصرین کا یہ خیال ہے کہ ایمرجنسی کے دوران ہندوستان جمہوری نہیں رہا تھا لیکن پھر بھی یہ امر قابل قدر ہے کہ ایک بہت ہی قلیل مدت میں جمہوری عمل کے مطابق چلنے لگا۔ لہذا ایمرجنسی کا پہلا سبق یہ ہے کہ ہندوستان میں جمہوریت کو ختم کرنا بہت ہی مشکل کام ہے۔

دوسرے یہ کہ ہندوستان کے دستور میں ایمرجنسی کے بارے میں ابہامات سامنے آئے جن کی بعد میں تصحیح کر دی گئی۔ اب اندرونی ایمرجنسی صرف ایک مسلح بغاوت کی صورت میں ہی لاگو کی جاسکتی ہے اور یہ لازم ہے کہ ایمرجنسی لاگو کرنے کی سفارش صدر کے پاس یونین کابینہ کی جانب سے تحریری شکل میں جانی چاہیے۔

تیسرے یہ کہ ایمرجنسی کی وجہ سے عوام میں شہری آزادی اور حقوق کا شعور پیدا ہوا۔ عدالتوں نے بھی ایمرجنسی کے بعد افراد کی شہری آزادی کے تحفظ میں سرگرمی دکھائی جو ایمرجنسی کے دوران، ان حقوق کا تحفظ نہ کر سکنے پر اپنی بے بسی کے رد عمل میں تھی۔ اس تجربے کے بعد شہری حقوق اور آزادی کے تحفظ کے لیے کئی انجمنیں وجود میں آئیں۔ بہر حال ایمرجنسی کے نازک لمحات نے کچھ ایسے مسائل پیدا کیے ہیں جن سے اب تک ٹھیک سے نمٹنا نہیں جا سکا ہے۔ ہم نے اس باب میں پڑھا کہ پارٹیوں کی جانب سے مسلسل سیاسی مظاہروں اور ایک جمہوری حکومت کے معمول کے مطابق کام کاج میں ٹکراؤ ہوتا ہے۔ دونوں کے درمیان صحیح توازن کیا ہے؟ کیا عوام کو احتجاجی کارروائیاں کرنے کی مکمل آزادی ہونی چاہیے۔ یا ان کے پاس ایسا کوئی حق نہیں ہونا چاہیے یا یہ کہ کسی احتجاج کی حدود کیا ہونی چاہئیں؟

دوسری اہم بات یہ ہے کہ ایمرجنسی کا اصل نفاذ پولیس اور انتظامیہ کے ذریعہ ہوا ہے۔ یہ ادارے آزادی سے کام نہیں کر سکتے تھے۔ یہ حکمراں پارٹی کے سیاسی آلہ کار بن گئے تھے۔ شاہ کمیشن کے مطابق پولیس اور انتظامیہ سیاسی دباؤ کا شکار ہو گئے تھے۔ لیکن یہ صورت حال ایمرجنسی کے بعد بھی ختم نہیں ہوئی۔

ایمرجنسی کے بعد کی سیاست

ایمرجنسی کا سب سے زیادہ قیمتی اور پائیدار سبق ایمرجنسی کے فوراً بعد حاصل ہوا اور لوک سبھا الیکشن کا اعلان کیا گیا۔

D.E.M. O'CRACY کی

موت پر ان کی بیوہ T. Ruth ،

ان کا بیٹا L.I. Bertic اور

ان کی بیٹی Hope Faith اور

Justice اپنے شدید غم کا

اظہار کرتے ہیں“

1975 یہ نام اشتہار میں ایمرجنسی

کے اعلان کے فوراً بعد نامزاد آف انڈیا

میں شائع ہوا تھا۔

آج ہندوستان کا یوم
آزادی ہے۔ ہندوستانی
جمہوریت کی شمعیں
بجھنے نہ دینا

15 اگست 1975 کے
دی نائنمز، لندن میں
'Free JP Campaign'
کی جانب سے ایک اشتہار۔



مرارجی دیسائی

(1896-1995): مجاہد آزادی، گاندھیائی
لیڈر۔ کھادی، قدرتی طرز علاج اور شراب پر پابندی
کے مبلغ، ممبئی ریاست کے وزیر اعلیٰ۔ نائب وزیر
اعظم (1967-1969)، کانگریس کے بٹوارہ کے
بعد کانگریس (او) میں شامل ہوئے۔ وزیر اعظم
1977 سے 1979 تک۔ ہندوستان کے پہلے
غیر کانگریسی وزیر اعظم۔

1977 کا الیکشن دراصل ایمرجنسی کے مسئلے پر ایک ریفرنڈم تھا۔ کم سے کم شمالی ہندوستان کے بارے میں یہ سچ ہے کیوں
کہ ایمرجنسی کا زیادہ اثر اسی علاقے پر ہوا تھا۔ اپوزیشن نے الیکشن کے لیے جمہوریت، پچاؤ، کانگریہ دیا۔ ایمرجنسی کے خلاف
عوام کا ووٹ فیصلہ کن تھا۔ سبق بہت واضح تھا اور اس کے بعد یہ ریاستی سطح پر دہرایا جا چکا ہے۔ وہ حکومتیں جو جمہوریت
مخالف سمجھی جاتی ہیں ووٹروں سے سزا پاتی ہیں۔ اس تناظر میں 77-1975 کا تجربہ ہندوستانی جمہوریت کی جڑیں مضبوط
کرنے کا ایک ذریعہ بن گیا۔

لوک سبھا الیکشن، 1977

اٹھارہ مہینوں کی ایمرجنسی کے بعد جنوری 1977 میں حکومت نے الیکشن کرانے کا فیصلہ کیا۔ تمام کارکنوں اور لیڈروں کو
جیل سے رہا کر دیا گیا۔ مارچ 1977 میں الیکشن منعقد ہوئے۔ اپوزیشن کے پاس وقت کم تھا سیاسی واقعات بڑی تیزی
سے رونما ہوئے۔ ایمرجنسی سے پہلے ہی بڑی اپوزیشن پارٹیاں ایک دوسرے کے نزدیک آرہی تھیں۔ اب الیکشن کے موقع پر
ان سب نے مل کر ایک نئی پارٹی، جنتا پارٹی کے نام سے بنائی۔ نئی پارٹی نے جے پرکاش نارائن کو اپنا لیڈر تسلیم کر لیا۔ کانگریس
کے وہ لیڈر جو ایمرجنسی کے مخالف تھے جنتا پارٹی میں شامل ہو گئے۔ کچھ اور لیڈر بھی کانگریس سے الگ ہو گئے اور جگ جیون
رام کی قیادت میں علاحدہ پارٹی بنائی۔ یہ پارٹی جس کا نام کانگریس فار ڈیموکریسی، تھا بعد میں جنتا پارٹی میں ضم ہو گئی۔

جنتا پارٹی نے اس الیکشن کو ایمرجنسی کے مسئلے پر ریفرنڈم کی شکل دے دی۔ اس کی الیکشن
کی مہم میں زیادہ تر توجہ حکمرانی کے غیر جمہوری کردار اور ان زیادتیوں پر تھی جو اس عرصے میں پیش
آئیں۔ پریس کی سنسرشپ اور ہزاروں لوگوں کی گرفتاری کے پس منظر میں رائے عامہ کانگریس کے
خلاف تھی۔ جے پرکاش نارائن جمہوریت کی بحالی کی علامت بن گئے۔ جنتا پارٹی کی تشکیل سے یہ
یقین بھی ہو گیا کہ غیر کانگریسی ووٹ آپس میں تقسیم نہیں ہوں گے۔ کانگریس کے لیے یہ وقت بلاشبہ
بڑی مشکل کا وقت تھا۔ تاہم الیکشن کے آخری نتائج سے سب حیران رہ گئے۔ آزادی کے بعد پہلی بار
کانگریس پارٹی کو لوک سبھا کے الیکشن میں شکست ہو گئی۔ لوک سبھا میں کانگریس کو صرف 154 سیٹیں
حاصل ہو سکیں اور صرف 35 فی صد ووٹ حاصل ہو سکے۔ جنتا پارٹی اور اس کے حلیفوں نے لوک
سبھا کی 542 سیٹوں میں سے 330 سیٹوں پر قبضہ کیا۔ جب کہ جنتا پارٹی نے 295 سیٹیں
جیت کر ایک واضح اکثریت حاصل کر لی۔ شمالی ہندوستان میں کانگریس کے خلاف یہ زبردست
انتخابی لہر تھی۔ کانگریس بہار، اتر پردیش، دہلی ہریانہ اور پنجاب میں ایک سیٹ بھی حاصل نہیں کر
سکی اور راجستھان اور مدھیہ پردیش میں اسے صرف ایک ایک سیٹ ملی۔ اندرا گاندھی اور ان کا
بیٹا نجنے گاندھی دونوں بالترتیب رائے بریلی اور میٹھی سے ہار گئے۔

لیکن اگر آپ اس نقشے پر نظر ڈالیں جو تانچ کو بتاتا ہے تو آپ دیکھیں گے کہ کانگریس نے یہ الیکشن پورے ملک میں نہیں ہارا تھا۔ اس نے مہاراشٹر، گجرات اور اڑیسہ میں کئی سیٹیں حاصل کیں اور تقریباً تمام جنوبی ریاستوں میں فتح یاب ہوئی۔ اس کے کئی اسباب ہیں۔ اول تو یہ کہ ایمرجنسی کے اثر تمام ریاستوں میں یکساں طور پر محسوس نہیں کیے گئے تھے۔ جبری نس بندی اور جبری خانمان خرابی کا مرکز زیادہ تر شمالی ریاستیں تھیں۔ اس سے زیادہ اہم بات یہ کہ شمالی ہندوستان



ایک کارٹونسٹ کا خیال کہ 1977 کے الیکشن میں کون جیتا اور کسے شکست ہوئی۔ عوام کے ساتھ جو لوگ کھڑے نظر آ رہے ہیں ان میں جگ جیون رام، مراچی ڈیپٹی، چرن سنگھ اور اٹل بہاری باجپئی ہیں۔

سیاسی زور آزمانی کی نوعیت میں ایک طویل مدتی تبدیلی کا تجربہ کر چکا تھا۔ متوسط طبقہ اب کانگریس سے دور ہو رہا تھا اور اس کو جتنا پارٹی کی صورت میں ایک دوسرے سے قریب آنے کے لیے بہتر پلیٹ فارم ملا۔ یعنی یہ کہ 1977 کے الیکشن صرف ایمرجنسی سے متعلق ہی نہیں تھے۔

جنتا حکومت

1977 کے الیکشن کے بعد جو جنتا حکومت برسر اقتدار آئی وہ باہمی طور پر مضبوطی کے ساتھ مربوط اور جڑی ہوئی نہیں تھی۔ الیکشن کے بعد تین لیڈروں میں وزارت عظمیٰ کے لیے زبردست مقابلہ تھا۔ سب سے پہلے تو مراچی ڈیپٹی تھے جو 1966-1967 سے اندرا گاندھی کے حریف رہے تھے۔ دوسرے اتر پردیش سے کسانوں کے لیڈر اور بھارتیہ



1977 کے الیکشن کے بعد پہلی غیر کانگریسی حکومت کی حلف برداری۔ تصویر میں جے پرکاش نارائن، جے پی کرپلائی، مرارجی ڈیسائی اور اٹل بہاری باجپئی نظر آ رہے ہیں۔

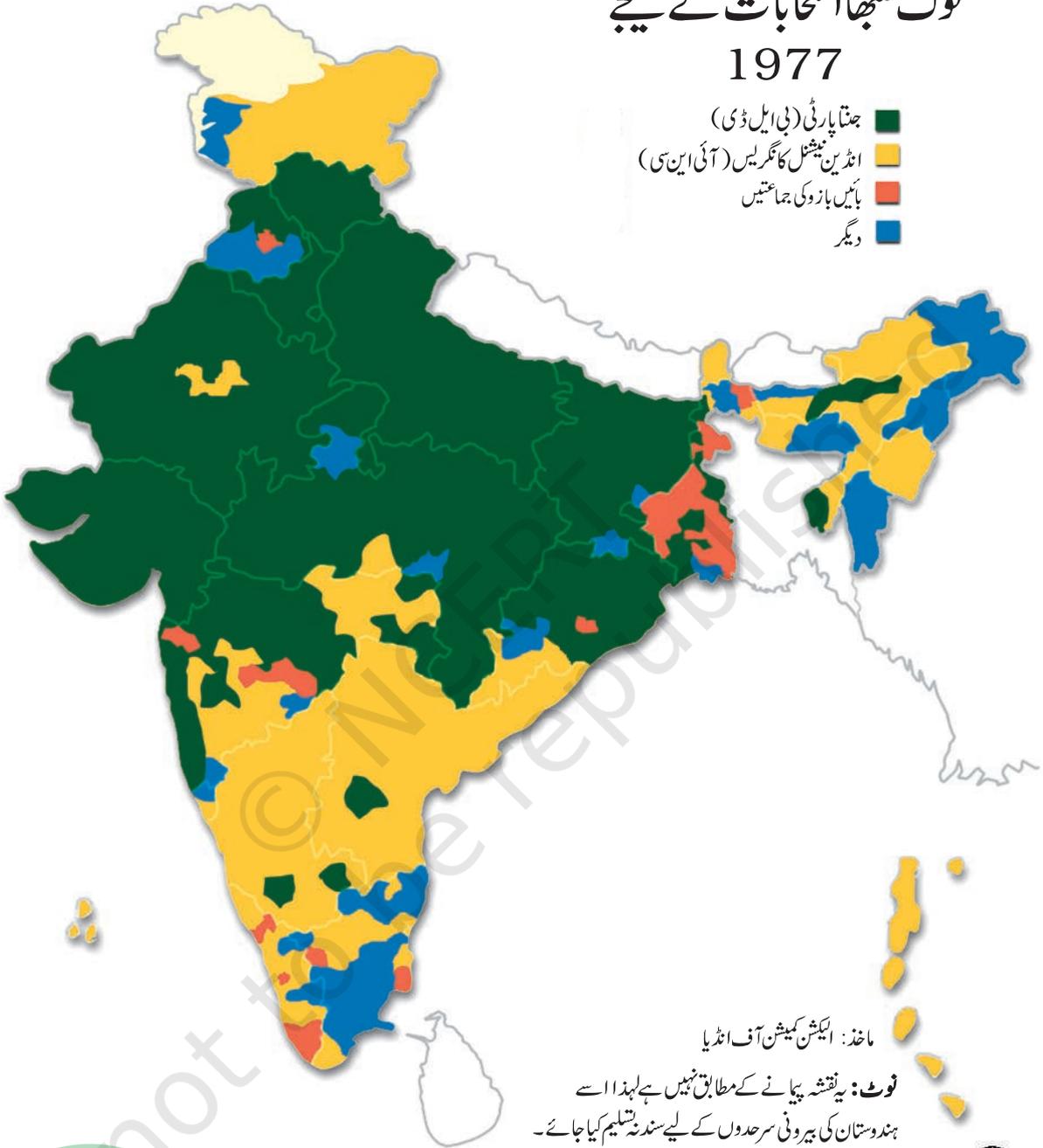
لوک دل کے رہنما چرن سنگھ تھے۔ اور تیسرے جگ جیون رام تھے جن کے پاس کانگریس کی حکومتوں میں ایک سینیئر وزیر کا وسیع تجربہ تھا۔ آخر کار مرارجی ڈیسائی وزیر اعظم چن لیے گئے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ پارٹی کے اندر اقتدار کی رسہ کشی کا خاتمہ ہو گیا۔

ایر جنسی کی مخالفت جتنا پارٹی کو مختصر مدت کے لیے ہی متحدہ رکھ سکی۔ اس کے ناقدین کا خیال تھا کہ جتنا پارٹی میں جہت اور سمت، قیادت ایک مشترکہ پروگرام موجود نہیں ہیں۔ جتنا پارٹی کانگریس کی بنائی ہوئی پالیسیوں میں کوئی بنیادی تبدیلی نہ لاسکی۔ جتنا پارٹی ٹوٹ گئی اور مرارجی ڈیسائی کی رہنمائی میں چلنے والی حکومت 18 مہینے سے کم میں ہی اکثریت کھو بیٹھی۔ کانگریس پارٹی کی حمایت کی یقین دہانی پر ایک اور حکومت چرن سنگھ کی سربراہی میں بنی۔ لیکن کانگریس پارٹی نے بعد میں حمایت واپس لے لی۔ نتیجہ کے طور پر چرن سنگھ حکومت صرف چار مہینے اقتدار میں رہ سکی۔ جنوری 1980 میں نئے لوک سبھا الیکشن ہوئے جن میں جتنا پارٹی کو مکمل شکست ہوئی خاص طور سے شمالی ہندوستان میں جہاں 1977 میں انھوں نے بے پناہ کامیابی حاصل کی تھی۔ اندرا گاندھی کی قیادت میں کانگریس پارٹی اپنی 1971 کی عظیم کامیابی کو دہرانے کے نزدیک آ گئی۔ اس نے 353 سیٹیں حاصل کیں اور اقتدار میں واپس آ گئی۔

لوک سبھا انتخابات کے نتیجے

1977

- جنتا پارٹی (بی ایل ڈی)
- انڈین نیشنل کانگریس (آئی این سی)
- بایں بازو کی جماعتیں
- دیگر



ماخذ: الیکشن کمیشن آف انڈیا

نوٹ: یہ نقشہ بیمانے کے مطابق نہیں ہے لہذا اسے ہندوستان کی بیرونی سرحدوں کے لیے سند نہ تسلیم کیا جائے۔

آخر ہم 1977 کے الیکشن کے نتائج کو فیصلہ کن کیسے کہہ سکتے ہیں جب کہ شمال اور جنوب نے بالکل ہی الگ الگ طرح سے ووٹ ڈالے ہیں؟

- اس نقشہ کا مطالعہ کر کے ان ریاستوں کی نشان دہی کیجیے جہاں:
- کانگریس ہاری
 - کانگریس بہت بری طرح سے ہاری اور
 - وہ ریاستیں جہاں کانگریس اور اس کے حلیفوں نے اپوزیشن کا صفایا کر دیا
- شمالی ہندوستان کے کون سے انتخابی حلقوں میں کانگریس کو فتح حاصل ہوئی؟





چودھری چرن سنگھ
(1902-1987)

جولائی 1979 اور جنوری 1980 کے درمیان ہندوستان کے وزیر اعظم۔
جہاد آزادی۔ اتر پردیش کی سیاست میں فعال۔ دیہی اور زرعی ترقی کے مبلغ۔ 1967 میں کانگریس پارٹی چھوڑ کر بھارتیہ کرانتی دل بنائی۔
دوبار اتر پردیش کے وزیر اعلیٰ۔
1977 میں جنتا پارٹی کے بانیوں میں سے ایک۔ اس کے بعد نائب وزیر اعظم اور وزیر داخلہ 1979-1977۔
لوک دل کے بانی۔



بگکر یہ: اتا نورائے انڈیا ٹوڈے



بگکر یہ: آر۔ کے۔ لکشمین نامنز آف انڈیا

یہ جھوٹ ہے۔ سب جانتے ہیں کہ ہم نے دو سال تک کام کیا اور آخر سے گرا کر چھوڑا!!

”بلاشبہ ہم سب کو ایک چھتری کے نیچے ہونا چاہیے، لیکن پہلے مجھے کہنے دیجئے!!“



بگکر یہ: آر۔ کے۔ لکشمین نامنز آف انڈیا

اوپر چننے والے کارٹون ہیں

اس زمانے میں جنتا پارٹی کے اندرونی جھگڑے پر کئی کارٹون بنائے گئے۔

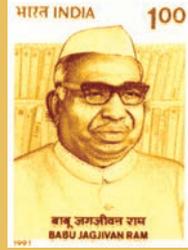
میں سمجھ گئی۔ ایمر جنسی آمریت کے خلاف ایک ٹیکہ کی طرح تھی یہ تکلیف دہ بھی تھا اور بخارا اور بھی۔ لیکن اس سے ہماری جمہوریت کی قوت برداشت اور مضبوط ہوگئی۔



1977-79 کے تجربہ نے ایک اور سبق سکھایا کہ وہ حکومتیں جو غیر مستحکم اور جھگڑالو ہوتی ہیں ووٹران کو سزا دیتے ہیں۔

وراثت

لیکن کیا یہ صرف اندرا گاندھی کی واپسی کا معاملہ تھا؟ 1977 اور 1980 کے درمیان پارٹی سسٹم ڈرامائی طور سے بدل چکا تھا۔ 1969 کے بعد سے کانگریس پارٹی نے مختلف نظریات رکھنے والے کارکنوں اور لیڈروں کو اپنی چھتری کے سائے تلے سے ہٹانا شروع کر دیا تھا۔ اب کانگریس پارٹی نے ایک خاص نظریہ کی بنیاد پر اپنی شناخت بنائی اور خود کو تنہا سماج وادی اور غریبوں کی حمایتی پارٹی بتایا۔ اس طرح انیس سوستر کی دہائی کے شروع میں کانگریس کی کامیابی اس سماجی اور نظریاتی امتیاز پر منحصر تھی جس نے لوگوں کے دل اپنی طرف کھینچے اور یقیناً ساتھ میں اندرا گاندھی کی جاذبیت نے بھی۔ کانگریس پارٹی کی ساخت کی نوعیت میں تبدیلی کے بعد دوسری پارٹیوں نے زیادہ سے زیادہ اس عمل پر انحصار کیا جس کو ہندوستانی سیاست میں 'غیر کانگریسیٹ' کہا جاتا ہے۔ انہیں اس بات کی بھی سخت ضرورت محسوس ہوئی کہ الیکشن میں غیر کانگریسی ووٹ میں تقسیم نہ ہوں۔ اس عنصر نے 1977 کے الیکشن میں اہم کردار ادا کیا۔



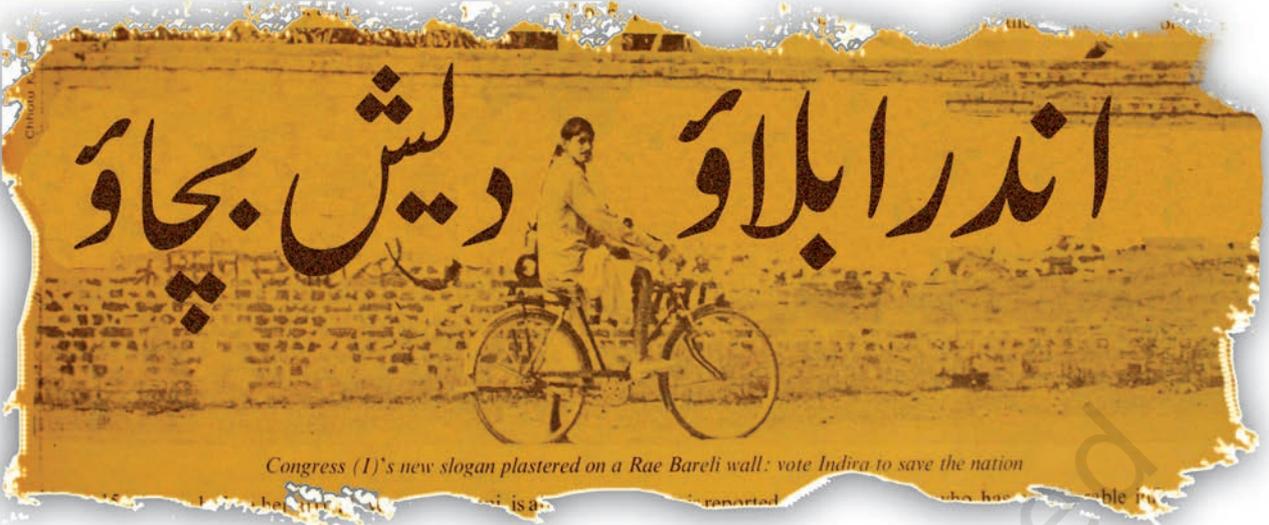
جگ جیون رام

(1908-1986) :

جہاد آزادی اور بہار کے کانگریس لیڈر۔
ہندوستان کے نائب وزیر اعظم
(1977-79)۔ دستور ساز اسمبلی کے ممبر۔
1952 سے موت تک پارلیمنٹ کے ممبر،
آزاد ہندوستان کے پہلے وزیر محنت۔
1952 سے 1977 تک کئی وزارتوں کو سنبھالا۔
ایک دانشور اور بہترین منتظم۔

پس ماندہ طبقوں کی فلاح و بہبود کا مسئلہ 1977 کے بعد ہندوستانی سیاست میں بالواسطہ طور پر کافی اہم ہو گیا۔ جیسا کہ ہم اوپر دیکھ چکے ہیں 1977 کے الیکشن کے نتائج کا کچھ حصہ پس ماندہ ذاتوں کی وفاداری کی تبدیلی کا تھا۔ 1977 میں لوک سبھا کے الیکشن کے بعد کئی ریاستوں کی اسمبلی کے الیکشن ہوئے۔ اس بار پھر شمالی ریاستوں نے غیر کانگریسی حکومتوں کو منتخب کیا جس میں پس ماندہ طبقات کے لیڈروں نے اہم کردار ادا کیا۔ بہار میں دوسرے پس ماندہ طبقوں کے بارے میں ریزرویشن کا مسئلہ کافی متنازعہ بن گیا اس لیے جتنا حکومت نے مرکزی منڈل کمیشن کا تقرر کیا۔ آپ اس کے متعلق اور پس ماندہ ذاتوں کی سیاست کے بارے میں آخری باب میں مزید پڑھیں گے۔ ایمرجنسی کے بعد کے الیکشن نے پارٹی سسٹم میں اس تبدیلی کے عمل کے لیے راہ ہموار کی۔

ایمرجنسی اور اس کے آس پاس کے زمانے کو آئینی بحران کا زمانہ کہہ سکتے ہیں کیوں کہ اس کی جڑیں اس آئینی کشمکش میں تھیں جو پارلیمنٹ اور عدلیہ کے دائرہ اختیار پر ہوئی تھی۔ دوسری طرف یہ ایک سیاسی بحران کا زمانہ بھی تھا۔ حکمراں پارٹی کے پاس مطلق اکثریت موجود تھی لیکن اس کے باوجود اس کے لیڈروں نے جمہوری عمل کو معطل کرنے کا فیصلہ کیا۔ ہندوستانی دستور کے بنانے والوں کو یقین تھا کہ تمام سیاسی جماعتیں بنیادی طور سے جمہوری



Congress (I)'s new slogan plastered on a Rae Bareilly wall: vote Indira to save the nation



انکیشن کی صفائی
(زبردست کامیابی)

بھکر نیہ آئے کے لکھنؤ ناگز آئے 13 نومبر 1979

یہ کارٹون 1980 کے انکیشن کے نتیجے کے بعد آیا۔

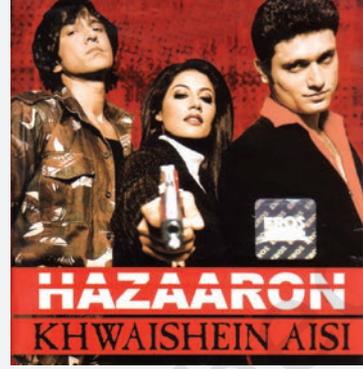
روایتوں کا احترام کریں گی۔ یہاں تک کہ ایمر جنسی کے دوران اگر حکومت اپنی غیر معمولی اختیارات کا استعمال کرے تو وہ بھی قانون اور اس کے اصولوں کے دائرہ میں ہوگا۔ اس توقع نے ایمر جنسی کے دوران حکومت کو کھلی چھٹی دیدی۔ ان اختیارات کا ایمر جنسی کے دوران غلط استعمال ہوا۔ یہ سیاسی بحران آئینی بحران سے زیادہ سنگین تھا۔

ایک اور نازک سوال جو اس زمانے میں ابھر کر سامنے آیا وہ ایک پارلیمنٹری جمہوریت میں عوامی مظاہروں کے کردار اور ان کی حدود سے متعلق تھا۔ بلاشبہ ایک ادارتی طور سے مستحکم جمہوریت اور ایک لحاقی طور سے مقبول حصہ داری

میں پہلے ہی سے تناؤ موجود تھا۔ ہو سکتا ہے کہ اس تناؤ کی وجہ سے پارٹی سسٹم عوام کی آرزوؤں کو اپنے ساتھ لے کر چلنے میں ناکام رہا ہو۔ آنے والے باب میں ہم اس کشیدگی کے کچھ نمونے دیکھیں گے خاص طور سے عوامی تحریکوں اور علاقائی شناخت پر بحث و مباحثہ۔

آپنے، ایک فلم دیکھیں

ہزاروں خواہشیں ایسی



سدھارتھ ، وکرم اور گیتا تین سماجی طور سے مصروف اور جوشیلے طالب علم ہیں۔ دہلی کے گریجویٹ ہیں لیکن ان کی منزلیں مختلف ہیں۔ سدھارتھ سماجی تبدیلی کے انقلابی نظریہ کا زبردست حامی ہے۔ وکرم کو زندگی میں ہر قیمت پر کامیابی چاہیے تھی۔ یہ فلم اس سفر کی کہانی ہے جو وہ اپنی منزل پانے کے لیے اختیار کرتے ہیں اور پس پردہ مایوسیوں کی بھی۔

فلم ستر کی دہائی کے پس منظر میں بنائی گئی۔ یہ نوجوان کردار اس زمانے کی توقعات اور تصورات کی تخلیق ہیں۔ سدھارتھ انقلاب لانے کی اپنی خواہشات میں ناکام رہتا ہے لیکن وہ غریبوں کی مشکلات میں اتنا غرق ہوتا ہے کہ وہ ان کی ترقی اور سدھار کو انقلاب سے زیادہ اہم سمجھتا ہے۔ دوسری طرف وکرم ایک سیاسی شخصیت بن جاتا ہے لیکن ہمیشہ غیر مطمئن رہتا ہے۔

سال : 2005
 ہدایت کار : سدھیر مشرا
 اسکرین پلے : سدھیر مشرا، رچی نارائن اور شوکار سبرامنیہم
 کاسٹ : کے۔ کے مینن، شاشی اہوجہ
 چترانگا ڈاسگھ

1- مندرجہ ذیل بیانات ایمرجنسی کے حوالے سے غلط ہیں یا صحیح؟

- (a) اس کا اعلان اندرا گاندھی نے 1975 میں کیا تھا۔
 (b) اس کے ذریعہ تمام بنیادی حقوق معطل ہو گئے
 (c) اس کا اعلان گرتی ہوئی اقتصادی حالت کی وجہ سے کیا گیا
 (d) ایمرجنسی کے درمیان کئی اپوزیشن لیڈروں کو گرفتار کر لیا گیا
 (e) CPI نے ایمرجنسی کے اعلان کی حمایت کی

2- ایمرجنسی کے اعلان کے حوالے سے غیر متعلقہ بیان کو الگ کیجئے

- (a) ”مکمل انقلاب“ کی مانگ (b) 1974 کی ریلوے اسٹرائیک
 (c) نکللسی تحریک (d) الہ آباد ہائی کورٹ کا فیصلہ
 (e) شاہ کمیشن رپورٹ کے انکشافات

3- جوڑی بنائیے

- (a) مکمل انقلاب (i) اندرا گاندھی
 (b) غربی ہٹاؤ (ii) جے پرکاش نارائن
 (c) طالب علموں کا احتجاج (iii) بہار تحریک
 (d) ریلوے اسٹرائیک (iv) جارج فرنانڈس

4- 1980 کے وسط مدتی الیکشن کی کیا وجوہات تھیں؟

5- 1977 میں جنتا حکومت نے شاہ کمیشن کا تقرر کیا تھا۔ اس کا تقرر کیوں ہوا تھا اور اس کے انکشافات کیا تھے؟

6- 1975 میں ایمرجنسی نافذ کرنے کے لیے حکومت نے کیا وجوہات بیان کیں؟

7- 1977 کے الیکشن میں پہلی بار اپوزیشن برسر اقتدار آئی۔ آپ کے خیال میں اس تبدیلی کی کیا وجوہات تھیں؟

8- ہماری جمہوریت پر ایمرجنسی کے اثرات مندرجہ ذیل پہلوؤں کے حوالے سے کہاں تک مرتب ہوئے؟

● شہریوں کی شہری آزادی -

● انتظامیہ اور عدلیہ کے آپسی تعلقات

● عوامی ذرائع ابلاغ کا عمل

● پولیس اور نوکری شاہی کا کام کرنے کا طریقہ --

9- ایمرجنسی نے کس طرح ہندوستان کے پارٹی سسٹم کو متاثر کیا؟ اپنا جواب مثالوں کے ساتھ واضح کیجیے۔

10- مندرجہ ذیل اقتباس کو پڑھ کر آنے والے سوالات کا جواب دیجئے۔

ہندوستانی جمہوریت دو پارٹی سسٹم کے اتنا قریب کبھی نہیں ہوئی تھی جتنی کہ 1977 کے الیکشن کے وقت تھی۔ بھر حال اگلے چند سالوں میں ایک مکمل تبدیلی نظر آئی۔ اپنی شکست کے فوراً بعد انڈین نیشنل کانگریس دو حصوں میں بٹ گئی..... جنتا پارٹی بھی کافی ہل چل اور کھلبلی کے دور سے گزری..... ڈیوڈ بفلر، اشوک لہری اور پرنائے رائے---، پارٹیا چڑھی

(a) 1977 میں کس بات سے ہندوستان دو پارٹی سسٹم کی طرح نظر آنے لگا؟

(b) 1977 میں دو سے زیادہ پارٹیاں موجود تھیں۔ پھر مصنفین اس زمانے کو دو پارٹی سسٹم کے قریب کیوں کہہ رہے ہیں؟

(c) جنتا پارٹی اور کانگریس کے بٹوارہ کا سبب کیا تھا؟